OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

فقہ اسلامی کی روشنی میں تجارت: جدید مصطلحات، ضوابط، اور شرعی ہدایات

Trade in the light of Islamic Jurisprudence: Modern Terms, Regulations, and Shariah Guidance

Dr. Khair Muhammad Asif Memon

Lecturer, Department of Linguistics & Social Sciences, Begum Nusrat Bhutto Women University Sukkur, Sindh

Dr. Naimatullah Soomro

Associate Professor, Government Sayyed Noor Muhammad Shah Degree College, Tharushah, Nausharo Feroze, Sindh

Hafiz Abdul Aziz Memon

Assistant Professor, Department of Basic Sciences & Related Studies, Mehran University of Engineering and Technology, Jamshoro, Sindh

Abstract

This research paper explores the fundamental terminology, rules, and Islamic Shariah guidance concerning trade, as derived from Islamic jurisprudence. Trade is an integral part of economic activities, and understanding its principles within an Islamic context is essential for Muslims engaged in commercial transactions. The paper aims to provide a comprehensive overview of the key aspects of trade, including its definition, importance, and ethical considerations. The research methodology employed is primarily based on an extensive review of Islamic legal texts, including the Quran, Hadith and works of renowned Islamic jurists. Islamic Fiqah is the principle of the guidance of this world till last Day of Judgment. The section on basic terminology establishes a foundational understanding of trade

CC BY

by defining key terms such as 'buying' and 'selling,' 'profit,' 'goods,' and 'contracts.'. The concept of 'Halal' (permissible) and 'Haram' (prohibited) goods and transactions is also explored, shedding light on the types of products or activities that are considered morally and legally acceptable or prohibited in Islamic trade. It highlights the need for Muslims to be well-versed in the basic terminology, rules, and Shariah guidance pertaining to trade to ensure compliance with Islamic ethics and achieve both material success and spiritual fulfillment. This Article focuses over such issues and seek help from these Fiqah books in Order to get Devine wisdom in solving worldly issues.

Keywords: Trade, Islamic jurisprudence, terminology, Islamic Shariah guidance, economic activities, Interpretation.

تمہید

اللہ تبارک و تعالی نے فقہ اسلامی کو ایسی نعمت بے بہا بنایا ہے جو قیامت تک آنے والے تمام مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ فقہ کو مدون کرنے والے وہ متقدمین فقہائے کرام تھے جنہوں نے فقہ کے باغ کو آباد اور سیر اب فرمایا۔ ان میں سے فقہ حنفی کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ فقہ حنفی کے مدون امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنے شاگرد فقہاء کرام کی جماعت میں متفرق مسائل کو زیر گفتگو رکھتے اور مسئلے کے متفرق پہلوؤں کو فرض کرکے اس کے مسائل اور اس کے احکامات سے بحث فرماتے اور جب مسئلہ منقح ہو جاتا تو اس کو ان کے شاگرد امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہما لکھ کر محفوظ فرماتے۔ مسئلہ مبحوث علیہ کے بحث کو اس وقت تک ترک نہ کیا جاتا جب تک اس کے تمام پہلو روشن نہ ہو جاتے۔ فقہ حنفی میں فرضِ مسائل کی وجہ سے فقہ حنفی کو "فقہ فرضی" کہا جانے لگا۔ مجتہدین مطلق کے بعد مجتہدین فی المسائل، اصحاب ترجیح، اصحاب تخریج وغیرہ سب فقہاء کرام نے فقہ پر متفرق کتب لکھی ہیں۔ ان کتب کو سمجھنا اور ان سے استفادہ کرنا ان اصطلاحات اور تصورات پر مبنی ہے جو ان کتب میں مکتوب ہیں۔ اس مضمون میں ہم نے فقہ کے ایک روشن باب "بیع" سے متعلق چند ضروری اصلاحات، ارکان، خصوصیات، خیارات، اکراہ اور ان تصورات کو جو بار بار کتب فقہ میں مستعمل ہیں کو زیر بحث لایا ہے تاکہ ان کو سمجھنے کے بعد کتب فقہ کے معاملات کے باب سے استفادہ آسان ہونے کے ساتھ ساتھ ضروری مسائل کا علم ہو جائے تاکہ مسلمان تاجر اپنے معاملات کو شریعت کے مطابق انجام دے سکے۔

بیع کی تعریف

بیع کا لفظ متعدی بنفسہ اور لام اور من کے ساتھ بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، کہا جاتا ہے "بعتك الشيء وبعت لك وبعت منه" بیع اور شراء اسماءِ اضداد میں سے ہیں، اس کا اطلاق بیچنے اور خریدنے دونوں پر ہوتا ہے جیسے قرء کا اطلاق حیض اور طہر دونوں

پر ہوتا ہے۔ بیع کا غالب استعمال بیچنے اور شراء کا غالب استعمال خریدنے پر ہوتا ہے۔ لغت میں بیع کا لفظ مبادلہ یعنی ادل بدل پر بولا جاتا ہے۔ابن منظورؒ نے فرمایا: "بیع شراء کی ضد ہے، بیع اور ایسے ہی شراء کے الفاظ اسماء اضداد میں سے ہیں، بعت الشئ کی معنیٰ ہیں میں نے اس کو خریدا، ابو عبید نے کہا کہ ابو عبیدہ، ابو زید اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے ارشاد لا یبع علی بیع اخیہ کی معنی یہ ہے کہ اپنے بھائی کی خرید پر نہ خریدے، نہی مشتری پر ہے۔[1] بیع کا لفظ جیسے بیچنے کی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے ایسے ہی شراء کا لفظ بھی بیچنے کی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے: **"وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ"** [2] "اور انہوں نے یوسف کو بہت کم قیمت میں بیچ دیا جو گنتی کے چند درہموں کی شکل میں تھی۔صاحب کنز نے بیع کی تعریف ان الفاظ سے فرمائی ہے: **"مبادلة المال بالمال بالتراضی"** [3] رضامندی سے مال کا مبادلہ مال سے کرنا۔ علامہ کمال ابن ہمامؒ نے بھی فتح القدیر میں بیع کی تعریف کرتے ہوئے اس میں رضا کی شرط لگائی ہے، اس لیے جب کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنا گھر بیچا تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ رضامندی سے مکمل ہوا ہے، مگر علامہ شامیؒ رد المحتار میں تحقیقی بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ بیع کی تعریف میں تراضی کی قید نہ لگائی جائے، اس لیے کہ یہ شرط لگانے سے بیع المکرَہ تعریف سے خارج ہو جاتی ہے، حالانکہ مکرہ کی بیع منعقد ہوتی ہے، اگرچہ یہ فاسد ہے اور تعریفات میں اصل عموم ہوتا ہے تاکہ تعریف بیوع کی تمام انواع کو شامل ہو جائے۔ اگر اس تعریف سے صرف بیع صحیح مراد لی جائے تو یہ تعریف مانع نہ ہو گی کیونکہ بہت ساری بیوعِ فاسدہ اس تعریف میں داخل ہو جائیں گی، دوسری بات یہ ہے کہ اگر رضامندی شرعاً بیع کا رکن ہو تو مکرَہ کی بیع باطل ہونی چاہیے حالانکہ وہ فاسد ہے۔ [4] علامہ حصکفی رحمۃ اللہ نے بیع کی تعریف ان الفاظ میں ذکر فرمائی ہے: **"مبادلة شیئ مرغوب فيه بمثله علی وجه مخصوص"** [5] ایک مرغوب چیز کا دوسری اس کے مثل چیز سے مخصوص طور پر (ایجاب و قبول کے ذریعے) مبادلہ کرنا۔

مال کی تعریف

بیع کی تعریف میں مال کا لفظ آیا ہے ہے، مال کی تعریف علامہ شامیؒ نے ان الفاظ سے فرمائی ہے: **"المال مایمیل الیه الطبع ویمکن ادخاره لوقت الحاجة"** [6] مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت (سلیمہ) مائل ہو اور اس کو ضرورت کے وقت تک ذخیرہ کرنا ممکن ہو۔ علامہ شامیؒ نے مالیت اور تقویم کی تعریف فرمائی: **" والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم، والتقوم يثبت بها وبإباحة الانتفاع به شرعا"** [7] کسی چیز کی مالیت تمام یا بعض لوگوں کے مالدار ہونے سے ثابت ہوتی ہے اور تقویم مالیت اور شرعاً مباح الانتفاع ہونے سے ثابت ہوتی ہے۔ اگر کسی چیز میں تمول کی صفت نہیں مثلاً گندم کا ایک دانہ تو یہ مال نہیں اور ایسے ہی اگر کسی چیز سے انتفاع لینا شرعاً جائز نہ ہو تو اس میں بھی تقویم کی صفت نہیں آئے گی جیسے شراب اور اگر کسی چیز میں اباحت اور تمویل دونوں اوصاف نہ ہوں تو اس میں تقویم اور تمویل دونوں ثابت نہ ہوں گی۔ مال صرف اعیان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مال کی تعریف میں منافعِ مؤبدہ بھی آجاتے ہیں۔ بجلی، گیس کو آج کل بہت ہی قیمتی اشیاء میں شمار کیا جاتا ہے اگرچہ یہ اشیاء اعیان قائمہ بنفسہا نہیں مگر ان کی بیع بغیر کسی انکار کے جاری ہے۔

مذاہبِ ثلاثہ میں بیع تعریف

فقہائے شافعیہ اور حنابلہ کی تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں منافع مؤبدہ بھی بیع کی تعریف میں داخل ہیں۔ حنابلہ میں سے علامہ مقدسیؒ نے بیع کی تعریف ایسے الفاظ سے فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منافع مؤبدہ بھی ان کے ہاں بیع کی

تعریف میں داخل ہیں:"**البیع وھو مبادلة مال ولو في الذمة أو منفعة مباحة کممر بمثل أحدھما علی التأبید غیر ربا وقرض**" [8] مال کا مبادلہ مال سے کرنے کو بیع کہا جاتا ہے اگرچہ وہ مال ذمہ میں ہو، یا منفعت مباحہ کا مبادلہ ہو جیسے راستے کا مبادلہ مال سے یا منفعت سے ہو (اور یہ مبادلہ) ربا اور قرض کے علاوہ ہو۔ اس تعریف میں مال عام ہے چاہے نقد ہو یا کوئی معین چیز ہو، مال سے مراد وہ اشیاء ہیں جو ذمہ میں ثابت ہوں مثلاً ایسا کپڑا جس کی متعین صفات ہوں اور منفعتِ مباحہ کے مبادلے کو بھی بیع کہا جاتا ہے لیکن وہ منفعت تابید اور ہمیشگی کے طور پر ہونی چاہیے، تابید کی قید سے اجارہ، اعارہ وغیرہ جیسے عقود خارج ہو گئے، اس لیے کہ یہ عقود عارضی اور محدود وقت کے لیے ہوتے ہیں اور آخر میں تعریف سے ربا اور قرض کو نکال دیا کہ ربا میں بھی مبادلہ ہوتا ہے مگر ربا حرام ہے اور قرض میں بھی اگرچہ مبادلہ ہوتا ہے مگر وہ مقصود نہیں ہوتا، قرض میں مدد اور نصرت مقصود ہوتی ہے۔ علامہ ہیتمی شافعیؒ نے بیع کی تعریف ایسے الفاظ سے ذکر فرمائی ہے جس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شوافع کے ہاں بھی منافع بیع کی تعریف میں داخل ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:" **عقد معاوضة مالية تفيد ملك عين أو منفعة على التأبيد**" [9] (بیع ایسا) عقد معاوضہ مالی ہے جو عینی ملکیت یا منفعت کا تابیدی طور پر فائدہ دیتا ہے۔ فقہائے مالکیہ نے منافع کو بیع کی تعریف میں شامل نہیں کیا، علامہ حطابؒ نے بیع کی تعریف ان الفاظ سے ذکر فرمائی ہے:"**عقد معاوضة علي غير منافع ولا متعة لذة**" [10] بیع ایسا عقدِ معاوضہ ہے جو منافع اور لذت والے متعہ پر وارد نہ ہو۔ "غیر منافع" کی قید سے اجارہ خارج ہو گیا، اس وجہ سے کہ یہ منافع پر ہوتا ہے۔ " متعة لذة" سے نکاح خارج ہو گیا۔ یہ بات یاد رہے کہ اس تعریف سے بھی منافع غیر مؤبدہ کو نکالنا مقصود ہے، باقی منافع مؤبدہ جیسے حقِ تعلی، حق غرز الخشب علی الجدار وغیرہ جیسی بیوعات کو مالکیہ نے جائز کہا ہے۔

مصطلحاتِ بیع

ہر علم کی کچھ اصطلاحات (Terms) ہوتی ہیں جو اس علم میں بار بار استعمال ہوتی ہیں اور ان کے سمجھنے سے اس علم کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہمارے مقالے میں کثیر الاستعمال الفاظ کی وضاحت کی جائے:

- بیع (Sale and Purchase): تجارت
- عقدِ بیع (Sale Contract) خرید اور فروخت کا معاملہ
- متعاقدین (Contractor) : معاملہ کرنے والے دو شخصوں کو متعاقدین یا عاقدین کہتے ہیں۔
- مجلس عقد (Place of Contract) جس جگہ پر عقد کیا جائے۔
- خیار (Option) معاملہ کرنا یا نہ کرنے کا اختیار دینا
- مشتری (Buyer): چیز خریدنے والا
- بائع (Seller): چیز بیچنے والا
- مبیع (Subject Matter/Sold Matter): فروخت کی جانے والی چیز
- ثمن (Agreed Price): جس قیمت پر عاقدین راضی ہوں
- قیمت (Market Price): مارکیٹ کا نرخ
- ظاہری قیمت (Face Value): چیز پر لکھی ہوئی قیمت

- بیع(Contract): ایک مال کا دوسرے سے تبادلہ کرنا
- مال متقوم(Valuable Wealth): جس چیز کی شریعت یا عرف میں قیمت ہو۔
- ایجاب(Offer): عاقدین میں سے پہلے شخص کی پیشکش
- قبول(Acceptance): عاقدین میں سے دوسرے شخص کی رضامندی
- ارکانِ بیع(Elements of Contract): معاملے کے اجزاء
- بیع صحیح(Valid Sale): جو بیع اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے جائز ہو۔
- بیع فاسد(Invalid / Defected Sale): جو بیع اصل کے اعتبار سے جائز مگر وصف کے اعتبار سے ناجائز ہو۔
- بیع مکروہ(Disliked Sale): وہ بیع جو شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔
- بیع باطل : (Void Sale): جو بیع اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے ناجائز ہو۔

بیع کا حکم

جب بیع میں تمام شرائط کا لحاظ رکھا گیا ہو اور اس میں کوئی مانع بھی نہ پایا جائے تو بیع کا اصل حکم جواز ہے۔ کبھی خرید و فروخت واجب ہوتی ہے جیسے حالتِ اضطرار میں کھانا وغیرہ خریدنا، کبھی مستحب ہوتی ہے مثلاً جب قسم اٹھائی کہ فلاں کو میں کوئی چیز بیچوں گا تو اگر اس میں کوئی ضرر نہ ہو تو قسم کو پورا کرکے بیع کرنا مستحب ہے، کبھی بیع مکروہ ہوتی ہے جیسے جمعہ کی اذان اول کے بعد خرید و فروخت کرنا اور کبھی خرید و فروخت حرام ہوتی ہے جیسے مردار اور خون کی خرید و فروخت۔

بیع کے ارکان

کسی چیز کے رکن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شئ اول ثانی پر موقوف ہو، اول ثانی کا جزء اور اس کی حقیقت میں داخل ہو۔ نماز میں رکوع و سجدہ نماز کا رکن ہیں اور معاملات میں ایجاب و قبول اور اس کے قائم مقام عقد کے رکن ہیں۔ صاحب بحرؒ نے رکن کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے: "**ركن الشئ ما يقوم به ذلك الشئ**" [11] رکن وہ چیز ہے جس سے وہ چیز قائم ہو۔ بیع کے ارکان کے متعلق حضرات فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہوا ہے، احناف کے ہاں رکن بیع صرف ایجاب اور قبول ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: "**ركنه الإيجاب والقبول الدالان على التبادل أو ما يقوم مقامهما من التعاطي**" [12] بیع کا رکن ایجاب اور قبول ہیں جو تبادلے پر دال ہوں اور ہر وہ چیز ہے جو اس ایجاب و قبول کا قائم مقام ہو جیسے تعاطی ایجاب و قبول کے علاوہ معقود علیہ، عاقدین وغیرہ لوازم ہیں۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں بیع کے تین ارکان ہیں، ایک عاقدین، دوسرا معقود علیہ اور تیسرا صیغہ، لیکن درِ حقیقت یہ ایک لفظی اختلاف ہے، اس وجہ سے کہ احناف سمیت سب فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ عقد کے لیے عاقدین، ایجاب و قبول، معقود علیہ ضروری ہیں، ان کے بغیر عقد منعقد ہی نہیں ہوتا۔

بیع کی خصوصیات

ہر عقد کی چند خصوصیات ہوتی ہیں، درج میں بیع کی خصوصیات کو تصویر کی مدد سے بیان کیا گیا ہے۔

بیع کی اقسام:

علمائے کرام نے بیوع کی چند تقسیمات کو ذکر فرمایا ہے اور ہر تقسیم کے تحت بیوع کی چند اقسام آتی ہیں۔ بیع کی درجِ ذیل پانچ مشہور تقسیمات ہیں:

1. مطلق خرید و فروخت
2. مبیع کے اعتبار سے خرید و فروخت
3. ثمن کے اعتبار سے خرید و فروخت
4. وقت کے اعتبار سے خرید و فروخت
5. متفرق اقسام بیوع

ان بیوع کی اقسام کو درج ذیل تصویر میں ذکر کیا گیا ہے:

نوٹ: بیع کی ان اقسام کی تعریفات اور امثلہ فقہ کی کتب میں معروف ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم نے ان کو ترک کر دیا ہے۔

ایجاب و قبول

ایجاب و قبول یعنی ایسی چیز جو عاقدین کے اتفاق کو ظاہر کرے یہ بیع کا رکن ہے۔ حنابلہ، شافعیہ اور مالکیہ کے ہاں بائع کے کلام کو ایجاب اور مشتری کے کلام کو قبول کہا جائے گا، جبکہ احناف کے ہاں انشاءِ عقد کے لیے پہلے شخص کے کلام کو ایجاب کہا جاتا ہے، چاہے اس کا صدور بائع سے ہو یا مشتری سے اور دوسرے کے کلام کو قبول کہا جاتا ہے، علامہ ابن ہمامؒ نے ایجاب و قبول کی تعریف درجِ ذیل الفاظ سے ذکر فرمائی ہے:

"والإيجاب لغة الإثبات لأي شيء كان ، والمراد هنا إثبات الفعل الخاص الدال على الرضا الواقع أولا سواء وقع من البائع كبعت أو من المشتري كأن يبتدئ المشتري فيقول اشتريت هذا بألف والقبول فعل الثاني" [13]

ترجمہ: ایجاب لغت میں اثبات کو کہا جاتا ہے پھر وہ جس چیز کا بھی ہو اور یہاں اس سے مراد اس خاص فعل کا ثبوت ہے جو اولاً رضا پر دلالت کرے، چاہے وہ بائع سے صادر ہو جیسے بائع کا قول میں نے بیچا یا مشتری سے ہو کہ وہ ابتدا کرتے ہوئے کہے میں اس چیز کو ہزار کے عوض خریدا اور قبول دوسرے کا فعل ہے۔

احناف اور ائمۂ ثلاثہ کے مابین اس اختلاف کا فرق احکام کی بناء پر نہیں پڑے گا۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں اگرچہ ایجاب بائع کے کلام کے ساتھ خاص ہے لیکن ان کے ہاں ایجاب کا قبول سے مقدم ہونا ضروری نہیں، علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

"فإن تقدم القبول على الإيجاب بلفظ الماضي فقال : ابتعت منك فقال : بعتك صح لأن لفظ الإيجاب والقبول وجد منهما على وجه تحصل منه الدلالة على تراضيهما به فصح كما لو تقدم الإيجاب" [14]

ترجمہ: اگر قبول ایجاب پر ماضی کے لفظ سے مقدم ہو گیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے آپ سے خریدا اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا تو یہ عقد صحیح ہے، اس لئے کہ ایجاب اور قبول اس طور پر پائے گئے ہیں کہ اس سے دونوں کی رضامندی حاصل ہو رہی ہے، تو یہ بھی ایسے ہی درست ہے جیسے ایجاب مقدم ہو۔

دلائل کے لحاظ سے احناف کا مذہب راجح ہے، کیونکہ قبول کا لفظ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز سابق ہو جس سے یہ قبول متعلق ہو ورنہ پہلے کلام کو قبول کہنا مشکل ہے کیونکہ ایجاب کے بغیر قبول کس چیز کے ساتھ متعلق ہوگا؟ عام کتبِ فقہ میں یہ بات مذکور ہے کہ ایجاب و قبول اس وقت متحقق ہونگے جب کسی متعین جانب متوجہ ہو کر کہے جائیں۔ مالکیہ کے ہاں ایجاب عام بھی ہو سکتا ہے جیسے کوئی کہے "من اتانی عشرة فهو له" اس اعلان کے بعد اگر کوئی اس کے پاس دس لے کر آئے تو بیع لازم ہوگی اور بائع کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔ اسی فرع کو دیکھتے ہوئے بعض فقہاء نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے بائع نے اگر اشیاء کے سامنے قیمت پرچی (Rate list) لگا دی ہو تو یہ بائع کی طرف سے ایجاب سمجھا جائے گا، ایسے ہی جیسے اسٹاک ایکسچینج میں ہوتا ہے کہ کمپیوٹر میں قبول داخل(Entry) کرنے سے ایجاب سمجھا جائے گا اور جو شخص بھی اس کا قبول کمپیوٹر میں داخل کرے گا تو اس کی جانب سے قبول سمجھا جائے گا۔ حضرات فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اشیاء کو پیش کرنے اور دکھانے سے ایجاب نہیں ہوتا، ایجاب اس وقت سمجھا جائے گا جب بائع کی طرف سے یہ صراحت ہو کہ اس کا مقصد اس فعل سے مشتری کا قبول ہے۔ یہ شرط مفقود ہونے کی وجہ سے عرض یعنی چیز دکھانے کو ایجاب نہیں بلکہ دعوت کہا جائے گا۔ اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرکے بائع کو ثمن ادا کر دیا اور بائع نے اس عقد کو قبول کر لیا تو اقتضاءً بیع منعقد ہو جائے گی۔ ایسے ہی اخبارات، رسائل اور ٹیلی وژن کے ذریعے نشر کئے جانے والے اعلانات اور مشہوریاں (Advertise) دعوت الی الشراء ہیں، یہ ایجاب الی الشراء نہیں، البتہ اسٹاک ایکسچینج وغیرہ میں جو بروکر وغیرہ اسکرین پر شیئرز کی قیمت لگاتے ہیں جمہور کے ہاں یہ ایجاب عام ہے، جو شخص بھی کمپیوٹر میں قبول داخل کرے گا تو اس سے بیع لازم ہو جائے گی۔[15]

ایجاب و قبول کی صحت کی شرائط

فقہائے کرام نے ایجاب و قبول کی صحت کے لیے دو شرائط بیان کی ہیں، ایک ایجاب و قبول کا باہم موافق ہونا ہے، بحر الرائق میں ہے:**"وأما شرط العقد فموافقة القبول للإيجاب بأن يقبل المشتري ما أوجبه البائع بما أوجبه ، فإن خالفه بأن قبل غير ما أوجبه أو بعض ما أوجبه أو بغير ما أوجبه أو ببعض ما أوجبه لم ينعقد لتفرق الصفقة "** [16]

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ صحتِ قبول کے لیے ضروری ہے کہ قبول ایجاب کے موافق ہو، بائع جس چیز کو جتنے ثمن سے بیچے مشتری اسی چیز کو اتنی قیمت پر خریدے، اگر مشتری نے بعض مبیع کو بعض ثمن یا غیر ثمن سے قبول کیا تو ایجاب و قبول میں موافقت نہ ہونے کی وجہ سے بیع منعقد نہیں ہوگی۔ اگر بائع دس گز کپڑا ایک ہزار روپے میں بیچے تو انعقادِ عقد کے لیے مشتری کو بھی دس گز کپڑا اسی قیمت پر قبول کرنا ضروری ہے۔ اگر مشتری کہے کہ میں نے پانچ گز خریدے یا میں نے پانچ سو کے عوض دس گز خریدے تو بیع منعقد نہیں ہوگی، البتہ اگر ایجاب مشتری کی جانب سے ہو اور بائع نے کم قیمت کر دی مثلاً مشتری کہے میں نے کپڑا ایک ہزار میں خریدا، بائع پانچ سو پر قبول کر لے یا ایجاب بائع کی طرف سے ہو اور مشتری زیادہ قیمت مثلاً ہزار کی صورت میں پندرہ سو میں خرید لے تو اگر یہ کمی و زیادتی مجلسِ عقد میں قبول کر لی گئی تو بیع منعقد ہو جائے گی، اگرچہ مشتری کی جانب سے ثمن میں اضافہ ہی ہو مگر پھر بھی اس کو قبول کرنا ضروری ہے کیونکہ میراث کے علاوہ کوئی دوسری چیز انسان کے اختیار کے بغیر اس کی ملکیت میں نہیں آتی، یہاں گویا کہ متعاقدین نے پہلے ایجاب کو ختم کرکے نیا ایجاب کر لیا ہے، البتہ شفعہ میں ایجاب اور قبول میں اختلاف ہو سکتا ہے مثلاً بائع نے زمین اور گاڑی دونوں کو ایک عقد میں بیچا اور شفیع نے صرف زمین میں شفعہ کیا تو یہ

درست ہے اور عقد منعقد ہو جائے گا اگرچہ اس میں تفریقِ صفقہ پایا جارہا ہے۔ ایجاب و قبول کی صحت کے لیے دوسری شرط ایجاب و قبول کا اتصال ہے۔ اگر متعاقدین حاضر ہوں تو عقد کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ مجلسِ عقد واحد ہو یعنی وہ بغیر واسطے کے ایک دوسرے کے کلام کو سن رہے ہوں اور ان سے کوئی ایسا قول و فعل صادر نہ ہو جو اعراض پر دلالت کرے مثلاً مشتری نے بائع کو کہا کہ یہ چیز مجھ کو دس ہزار میں بیچ دو، بائع اس کی بات سننے کے بعد دوسرے کسی شخص سے بات کرنے میں مصروف ہو گیا یا اس مجلس سے چلا گیا تو ایسی صورت میں مشتری کا ایجاب ختم ہو گیا۔ اس کے بعد بائع اگر مشتری کو کہے کہ میں نے دس ہزار میں بیع قبول کی تو ایسی صورت میں بیع منعقد نہیں ہو گی، لیکن بندہ کی رائے یہ ہے کہ محض دوسرے گاہک سے بات کرنے سے ایجاب ختم نہ ہو گا بلکہ اس میں عرف کو دیکھا جائے گا، جس چیز کو عرف میں اعراض سمجھا جاتا ہے اس کے پائے جانے سے ایجاب ختم ہو گا اور جس کو عرف میں اعراض نہ سمجھا جاتا ہو تو اس کو اعراض بھی نہ سمجھا جائے گا۔

بیع تعاطی

کبھی متعاقدین اس طرح بیع کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں کوئی بھی لفظ نہیں ہوتا جس کو بیع تعاطی کہا جاتا ہے یعنی "لینا دینا بغیر کہنا" اس بیع کو بیع مراوضہ بھی کہا جاتا ہے [17]۔ رد المحتار میں ہے: "**ان حقيقة التعاطي وضع الثمن واخذ المثمن عن تراض منهما من غير لفظ**" [18] تعاطی کی حقیقت یہ کہ رضامندی سے ثمن رکھ کر مبیع لینا بغیر کسی لفظ کہے۔ بیع تعاطی سے بیع کے انعقاد میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں تعاطی سے بیع صحیح ہو گی، پھر چاہے وہ اشیاء قیمتی ہوں جیسے زمین، گھر، غلام اور گاڑی وغیرہ یا وہ اشیاء خسیس ہوں جیسے روٹی، سبزی اور انڈا وغیرہ۔ امام شافعیؒ اور ظواہر کے ہاں تعاطی سے بیع بالکل منعقد نہیں ہوتی، کیونکہ تعاطی میں رضا کی صراحت نہیں ہوتی اور رضامندی امر مخفی ہے جس پر دلالت لفظ سے ہوتی ہے جو یہاں معدوم ہے جس کی وجہ سے بیع منعقد نہیں ہو گی۔ بعض شوافع جیسے علامہ نوویؒ نے اشیاء خسیسہ میں تعاطی کو جائز قرار دیا ہے اور یہ ہی مذہب احناف میں سے امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ تعاطی سے نکاح کے عدمِ انعقاد پر تمام فقہاء کا اجماع ہے۔ علامہ جلال الدین شافعی شرح المحلی میں فرماتے ہیں: "**فلا بيع بالمعاطاة و يرد كل ما اخذه بها او بدله ان تلف**" [19] تعاطی سے کوئی بیع نہیں ہوتی، متعاقدین میں سے ہر ایک نے جو کچھ بھی لیا ہے اس کو یا ہلاکت کی صورت میں اس کے بدل کو واپس لوٹائے۔ فقہائے کرام نے بیع تعاطی کے جواز کی ایک شرط یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ بیع تعاطی باطل یا فاسد عقد پر مبنی نہ ہو، بیع تعاطی کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ پہلی بیع باطل یا فاسد کا متارکہ کیا جائے، اگر اول میں بیع فاسد ہوئی بعد میں تعاطی کی صورت بن گئی تو یہ معاملہ درست نہیں ہو گا، اس فاسد عقد کو فسخ کر کے دوبارہ بیع کرنا ضروری ہو گا۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: "**وقدمنا في الايجاب والقبول انهما بعد عقد فاسد لاينعقد بهما البيع قبل متاركة الفاسد ففي بيع التعاطي بالاولي**" [20] ہم نے ایجاب و قبول کی بحث میں ذکر کیا بیع فاسد کے متارکہ کے پہلے ایجاب و قبول سے بیع منعقد نہیں ہو گی تو بیع تعاطی میں بھی متارکہ سے پہلے اولیٰ طور پر عقد منعقد نہیں ہو گا۔

احناف کی متارکہ کے بارے میں دوسری روایت یہ ہے کہ متارکہ کے بغیر ہی دوسری بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ ان دونوں روایتوں کے درمیان علامہ شامیؒ نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر تعاطی مجلس کے بعد ہو تو عقد فاسد کا متارکہ ضروری ہے اور اگر تعاطی اسی مجلس میں تو اس وقت متارکہ لازم نہ ہو گا۔ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق

دی ہے کہ اگر قرائن سے معلوم ہو کہ بیع تعاطی بیع فاسد کی طرف مسند ہے تو اس وقت بیع درست نہ ہو گی اور اگر بیع تعاطی کا بیع فاسد پر مبنی ہونا معلوم نہ ہو بلکہ یہ نئے عقد کے تحت ہو تو یہ عقد درست ہو گا اور اس وقت متار کہ کو اقتضاءً سمجھا جائے گا۔[21]

خرید اور فروخت میں عاقدین کی اہلیت

عقود کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب اور قبول ان اشخاص سے صادر ہوں جن میں اس عقد کرنے کی اہلیت ہو۔ اہلیت کی دو قسم ہیں۔ ایک اہلیت وجوب ہے، وہ ایسی صلاحیت کا نام ہے جس کے لئے اور جس کے ذمہ حقوق ثابت ہوں۔ دوسری اہلیت اہلیتِ ادا ہے یعنی جس اہلیت سے افعال صادر ہوں۔ جمہور کے ہاں اہلیتِ ادا کا اعتبار کرتے ہوئے لوگوں کی تین اقسام ہیں۔ پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جن میں کامل اہلیت ہے جیسے عاقل، بالغ، غیر مجبور انسان۔ کامل اہلیت تمیز اور حجر نہ ہونے سے ہوتی ہے اور اس قسم کے افراد کو تمام عقود کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ دوسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جن میں اہلیت قاصر ہوتی ہے اور ان پر یا اپنی ذات کی وجہ سے حجر ہوتی ہے جیسے عاقل بچہ اور سفیہ یا غیر کی وجہ سے حجر ہوتی ہے جیسے مدیون مفلس اور مریض مرض الموت۔ تیسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جو اہلیتِ اداء کے ساتھ متصف نہیں ہوتے۔ ان کو کسی بھی عقد کرنے کا اختیار نہیں ہوتا اور ان کے کئے گئے عقود عدم کے حکم میں ہوتے ہیں جیسے غیر ممیز بچہ اور مجنون وغیرہ۔[22]

خیارات

خیارات خیار کی جمع ہے اور یہ اختیار کا اسم ہے۔ اس کی معنٰی ہے کہ دو امر میں سے ایک کو اختیار کرنا یعنی عقد کو جاری رکھنے اور رد کرنے میں خیر والے امر کو اختیار کرنا۔ جب عقد میں تمام شرائط پائی جائیں تو اصل یہ ہے کہ عقد لازم ہو لیکن اس الزام سے عدول کر کے عاقد کو دوکھے سے بچانے کے لیے خیار کو مشروع فرکیا گیا ہے۔ خیارات کی دو تقسیمات ہیں۔ ایک تقسیم میں وہ خیار ہیں جو متعاقدین کے درمیان صرف شرط کرنے سے ہی ثابت ہوتے ہیں، جب خیار شرط نہیں کیا گیا تو متعاقدین میں سے کوئی اپنی طرف سے وہ خیار استعمال نہیں کر سکتا جیسے خیارِ تعیین، خیارِ نقد اور خیارِ شرط وغیرہ۔ خیارات کی دوسری تقسیم میں وہ خیارات ہیں جو شارع کی طرف سے مقرر کئے گئے اسباب سے ثابت ہوتے ہیں جیسے خیارِ رؤیت، خیارِ عیب، خیارِ مغبون، خیارِ تعیین وغیرہ۔ ان کا سبب عدل کا قیام، ظلم کو روکنا، رضامندی کا حصول اور عاقدین کے لیے آسانی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ حضراتِ فقہائے کرام نے مذکورہ اقسام کے علاوہ خیارات کی کئی اور اقسام بھی ذکر کی ہیں جیسے خیارِ شرط، خیارِ رؤیت، خیارِ عیب، خیارِ غبن، خیارِ تغریر، خیارِ تفریقِ صفقہ، خیارِ استحقاق، خیارِ نقد، خیارِ تعیین، خیارِ کشف الحال، خیارِ کمیت، وغیرہ شامل ہیں۔ درج میں اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مذکورہ اقسام میں سے صرف تین مشہور اقسام یعنی خیارِ شرط، خیارِ رؤیت اور خیارِ عیب کو ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ خیار شرط

خیارِ شرط میں لفظ خیار کی اضافت اپنے سبب کی طرف ہے، یعنی ایسا خیار جس کا سبب شرط ہے کہ خرید و فروخت کے وقت متعاقدین میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنے لیے عقد کو فسخ یا لازم کرنے کے لیے کسی مدت تک خیار رکھیں جیسے بائع خریدار کو کہے کہ میں نے آپ کو یہ کار بیچی کہ مجھے اس میں تین دن کا خیار ہے یا مشتری کہے کہ میں نے یہ کار خریدی کہ مجھ کو اتنے دن کا خیار ہے۔ صاحبِ خیار کو فسخ عقد کی اطلاع ثانی کو دینا ضروری ہے اور عقد کی اجازت دوسرے شریک کی عدم موجودگی میں اور بغیر اطلاع کے بھی ہو سکتی ہے۔ اس خیار کا اثبات درجِ ذیل حدیث شریف سے ہوتا ہے:"**إذا تبايع المتبايعان فكل واحد**

منهما بالخيار من بيعه ما لم يتفرقا أو يكون بيعهما عن خيار" [23]متبایعین میں سے ہر ایک کو تفرق سے پہلے بیع کا اختیار ہے سوائے اس کے کہ ان کی بیع میں خیار ہو۔ خیارِ شرط صرف ان عقود لازمہ میں ثابت ہوتا ہے جو فسخ کے قابل ہوں جیسے بیع، اجارہ وغیرہ، کیونکہ خیار کا مقصد یہ ہے کہ جس کو خیار ہو اگر وہ چاہے تو مدت کے اندر عقد کو فسخ کرکے باطل کر دے اور اگر چاہے تو عقد کو لازم کرلے۔ اگر صاحبِ خیار نے عقد کو فسخ نہ کیا اور مدت گذر گئی تو وہ عقد خود بخود لازم ہو جائے گا، اس کے بعد اس کو فسخ کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ جس کو خیار ہو اگر وہ مدتِ خیار میں فوت ہو گیا تو یہ عقد لازم اور خیار ختم ہو جائے گا۔ ورثہ کی طرف یہ حق منتقل نہیں ہوگا اور عقد کا یہ لزوم ایجاب وقبول کے وقت کی طرف منسوب ہوگا یعنی مبیع اور اس کے زوائد پر مشتری کو بیع کے وقت سے ہی مالک سمجھا جائے گا۔

2۔ خیار رؤیت

خیار رؤیت میں اضافۃ المسبب الی السبب ہے یعنی ایسا خیار جس کا سبب رؤیت ہوتی ہے اور خیار رؤیت عقود معاوضاتِ مالیہ میں رضامندی کو مکمل کرنے کے لیے مشروع ہوا ہے۔ خیار رؤیت غائب چیز پر عقد کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرات فقہائے کرام کے مابین غائب چیز کی بیع کے بارے میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ کے مذہبِ جدید کے مطابق غائب چیز کی بیع مطلقاً درست نہیں، چاہے یہ بیع صفقہ واحد میں ہو یا متعدد صفقات میں ہو، اس لیے کہ اس میں غرر ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ کی ایک روایت، حمادؒ اور ابو ثورؒ کے ہاں غائب چیز کی جب صفات بیان کی گئیں اور مشتری نے اس چیز کو ان صفات کے مطابق پایا تو بیع لازم ہوگی اور مشتری کو خیار نہ ملے گا اور اگر وہ چیز مطلوبہ صفات کے مطابق نہ ہو تو اس کو خیار ملے گا۔ امام ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ، نخعیؒ، شعبیؒ اور حسن بصریؒ کے ہاں غائب کی بیع میں جب مبیع کی ذات، تسمیہ، اشارہ، مکان اور حدود وغیرہ معلوم ہو جائیں اور اس میں کوئی جہالت باقی نہ رہے تو یہ بیع درست ہے، اگرچہ اس کے اوصاف معلوم نہ ہوں، اس لیے کہ اوصاف کی جہالت خیار کے اثبات سے ختم ہو جائے گی۔ [24] اس خیار کے ثبوت کی دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: **"من اشترى شيئا لم يره فهو بالخيار إذا رآه"** [25] جس نے ایسی چیز خریدی جس کو دیکھا نہ ہو تو اس کو دیکھنے کے وقت خیار ہے۔ خیارِ رؤیت بھی خیارِ شرط کی طرح وراثوں کی طرف منتقل نہ ہوگا، کیونکہ یہ صرف ایک ارادے اور مشیت کا نام ہے۔

3۔ خیار عیب

اس میں بھی اضافت الشی الی سببہ ہے یعنی ایسا خیار جس کا سبب عیب ہے۔ عیب کہتے ہیں جس سے فطرتِ سلیمہ خالی ہو اور اس کو بلا مشقت زائل کرنا ناممکن ہو اور تاجروں کے عرف میں اس عیب کی وجہ سے قیمت میں نقصان آتا ہو۔ عقود میں اصل یہ ہے کہ معقود علیہ عیوب سے خالی ہو۔ شریعت نے بھی اس کی حمایت فرمائی ہے اور لوگوں کا بھی اس پر تعامل ہے اور یہی عقل کی تقاضا ہے۔ عیب پر اطلاع کے بعد اگر اس عیب کا ازالہ ممکن ہو تو اولاً اس عیب کا ازالہ کیا جائے گا مثلاً مبیع کوئی کتاب تھی جس کے کچھ صفحات غائب تھے تو بائع اس کتاب میں وہ صفحات لگا کر عیب زائل کر دے گا اور اگر ایسا عیب ہو جس کا ازالہ ہی ممکن نہ ہو جیسے کتاب کی مثال میں جلد کھولنے سے کتاب ہی ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو بائع وہ کتاب لے کر دوسری کتاب دے گا۔ معقود علیہ میں عیب کے پائے جانے کے بعد فسخ کا حق عدمِ رضا سے ثابت ہوتا ہے۔ خیار رؤیت کی طرح خیار عیب بھی عقودِ معاوضات مالیہ میں ثابت ہوتا ہے۔

اکراہ

بعض اوقات بیع میں اکراہ (Compulsion) ہونے کی وجہ سے بیع کا حکم یعنی ملکیت میں تعطل آجاتا ہے، کیونکہ اکراہ میں صحتِ بیع کی شرائط میں سے رضا نہیں پائی جاتی، جس کی وجہ سے اس بیع میں فساد آتا ہے۔ اکراہ کرہ سے ہے اور کرہ کاف کے فتحہ کے ساتھ مشقت اور ضمہ کے ساتھ قہر کو کہتے ہیں۔ علامہ کاسانیؒ نے اکراہ کی تعریف درجِ ذیل الفاظ سے فرمائی ہے: " وفي الشرع عبارة عن الدعاء إلى الفعل بالإيعاد والتهديد مع وجود شرائطها "[26] شریعت میں اکراہ کہتے ہیں کہ دھمکی اور خوف کے ذریعے کسی کام کرنے پر مجبور کرنا جبکہ اس کے مؤثر ہونے کی شرائط پائی جاتی ہوں۔ یہاں مراد ایسی بیع ہے جو خریدار یا فروخت کنندہ کو مجبور کرکے ناحق اور زور زبردستی سے کروائی جائے،، خریدار و فروخت کنندہ کو اکراہاً بیع پر آمادہ کرنا شرعاً، قانوناً و اخلاقاً کسی طور بھی درست و جائز عمل نہیں، اگرچہ وہ مجبور کرنے والا حاکمِ وقت ہی کیوں نہ ہو! اگر کسی پر زبردستی کرکے مجبوراً اسے کچھ خریدنے یا اسے اس کا سامان بیچنے پر مجبور کیا جائے تو ایسا کرنے سے یہ بیع شرعاً باطل و فاسد ہوگی اور اس پر کوئی مؤثر نتائج مرتب نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: { يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ }[27] اے ایمان والو نہ کھاؤ ایک دوسرے کے اموال باطل طریقے کے ساتھ مگر یہ کہ ہو آپس کے باہمی رضامندی کے ساتھ

خلاصۂ بحث

مذکورہ مقالے میں ہم نے عام فہم زبان میں بیع کے مصطلحات اور احکام آسان اور عام فہم زبان میں لکھے ہیں جس کو پڑھ معاشرے کا عام انسان بھی اپنی تجارت اور کاروبار کو اسلامی سانچے میں آسانی کے ساتھ ڈھال سکتا ہے اور اگر مسلمان سچے دل کے ساتھ شرعی احکامات کی طرف توجہ دے تو ہم خود بھی اور اپنے معاشرہ کو حرام سے بچا کر شریعت کے عطا کردہ احکام کے مطابق عمل کرکے دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

References

[1] Muhammad Ibn Mukram al-Afrīqī Ibn-e-Manzūr, *Lisān al-'Arab* (Beirūt: Dār al-Ṣādir, 1414AH), 8:24.
[2] Al-Yousuf 12:20.
[3] Ḥāfiz al-Dīn Abdullah Ibn Ahmad al-Nasafi, *Kanz al-Daqā'iq* (Damashq, Dār al-Bashā'ir, al-Islāmia, 1442AH), 1:402.
[4] Muhammad Ameen Ibn Ahmed Ibn Ābdīn, *Rad al-Muhtār* (Karachi: H.M Saeed Company), 4:501.
[5] Al-Hiskafi Alaw al-Dīn Muhammad Ibn 'Alī, *Al-Durul Mukhtār* (Beirūt, Dār al-Kutub al-'Ilmiya, 1412AH), 394.
[6] Ibn Ābdīn, *Rad al-Muhtār*, 4:501.
[7] Ibn Ābdīn, *Rad al-Muhtār*, 4:501.
[8] Sharaf al-Dīn Moosa Ibn Ahmed al-Muqdasī, *Zad al-Mustanqa fī Ikhtsār* al-Muqnna (Riaz: Dār al-Watan), 100.
[9] Ahmed Ibn Muhammad al-Ḥetamī, *Tuḥfat al-Muḥtaj* (Egypt :Maktaba al-Tijāriat al-Kubrā, 1357AH), 4:215.
[10] Shams al-Dīn Muhammad Ibn Muhammad al-Hatab, *Mawahibul Jaleel* (Beirūt: Dār al-Fikr, Version 3), 2:225.

[11] Ibn Nujaim Zain al-Dīn Bin Ibrāhīm al-Hanafī, *Al-Bahr al-Rā'iq* (Beirūt: Dār al-Kutbil-'Ilmiah, 1418AH), 2:28.
[12] Ibn Ābdīn, *Rad al-Muhtār*, 5:7.
[13] Ibn-e-Al-Humam Muhammad Ibn Abd al-Wāḥid, *Fath al-Qādir Sharḥ al-Ḥidāya* (Quetta: Maktaba Rasheediya), 5:456.
[14] Ibn Qudama Abdullah Ibn Ahmed, *Al-Mughni* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1405AH), 3:480.
[15] Muhammad Taqī Usmānī, *Fiqh al-Buyoo* (Karachi: Maktaba Dār al-'Uloom, 1434AH), 1:41.
[16] Ibn Nujaim, *Al-Bahr al-Rā'iq*, 5:279.
[17] Jamitul-Uloom-e-Islāmī Allama Binauri town, Accessed June 16, 2023, https://www.banuri.edu.pk/readquestion/bae-ky-arkan-wa-sharait-144211200685/24-06-2021.
[18] Ibn Ābdīn, *Rad al-Muhtār*, 4:513.
[19] Salaamah al-Qalyoobī and Umairah Ahmed, *Hashyah Qalyoobī wa Umairah* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1415AH), 2:191.
[20] Ibn Nujaim, *Al-Bahr al-Rā'iq*, 5:292.
[21] Taqī Usmānī, *Fiqh al-Buyoo*, 1:31,
[22] Imām 'Abd al-Samī' Ahmed, *Nazraatun fī 'Usool al-Buyooul al-Mamnooah* (Kuwait: Ministry of Auqāf, 1433AH) , 40-41.
[23] Ahmed Ibn al-Hussain al-Behaqī, *Al-Sunan al-Sagheer* (Karachi: Jamiat al-Dirasaat al-Islāmiyah, 1410AH), 2:240.
[24] Taqī Usmānī, *Fiqh al-Buyoo*, 1:817.
[25] Abū Bakr Ibn Abī Shāiba Abdullah Ibn Muhammad, *Al-Musannaf fil Aḥādith wa al-Aasaar* (Riādh: Maktaba al-Rushd), 4:248.
[26] Alaw al-Dīn Abū Bakr Ibn Masood Ibn Ahmed Al Kasanī, *Badaeu al-Sanaeu fī Tarteeb al-Sharaai* (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1404 AH), 7:175.
[27] Al-Nisa, 4:29.